Tauseeq, Volume. 1, Issue. 2
ISSN (P) 2790-9271 (E) 2790-928X
DOI: https://doi.org/10.37605/tauseeq.v1i2.8
Received: 29-08-2020
Accepted: 14-09-2020
Published: 31-12-2020

منظر بھوپالی کے کلام میں نسوانی مسائل کی پیش کش
("معجزہ اور حاصل" کے تناظر میں)

Presentation of Feminine Issues in Manzar Bhopali's Kalam
(In The Perspectives of Moaaza aur Haasil)

نازیہ شاہد*
ڈاکٹر انوار الحق*

Abstract:

From the beginning of mankind to the present day, women have been afflicted with various kinds of problems in different periods, different religions and civilizations. During this period, there were some problems which disappeared with the changing times, but during this time some new problems arose which are more serious and need to be solved than the previous problems. Manzar Bhopali, which is an important and prominent voice of contemporary Urdu poetry, resonates with these issues. In the article under review, the same modern feminine issues presented in ManzarBhopali'sKalam are discussed in a special way.

Keywords: ManzarBhopali, Women, Feminine issues, Dowry, Civilization

منظر بھوپالی (پیدائش ۲۹ دسمبر ۱۹۵۹ء) امراوتی مہاراشٹر (بھارت) عہد جدید کے اہم شاعر ہیں ان کے والد میر عباس علی خود اچھے شاعر اور والدہ طاہرہ نکہت ایک صاحب علم معلمہ تھیں منظر ابھی کم سن تھے کے ان کا خاندان امراوتی سے بھوپال آکر مستقل یہاں

* ایم فل اسکالر، جامعہ قرطبہ، پشاور
* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، جامعہ پشاور

مقیم ہوگیا یوں شاعری سے فطری لگاؤ کے علاوہ بھوپال کا شاعرانہ ماحول انہیں بہت راس آیا تاہم چودہ برس کی عمر سے شعر گوئی کا آغاز کیا اور سترہ برس کی عمر میں انہوں نے پہلا مشاعرہ پڑھا اور پھر اس کے بعد تیس سال کے طویل عرصے پر محیط شعری سفر میں انہوں نے قومی سطح کے علاوہ بین الاقوامی سطح پر بڑے بڑے مشاعرے پڑھے جن میں انہوں نے امریکہ، سعودی عرب، کویت، بحرین، پاکستان، آسٹریلیا، اومان، کینیڈا اور دبئی وغیرہ میں تقریباً سو سے زیادہ مشاعروں میں شرکت کی اور قارئین وسامعین سے بھرپور داد سمیٹی یوں تو ان کی شاعری کی بیسیوں فنی وفکری جہتیں ہیں لیکن زیر نظر مقالے میں ان کی شاعری میں نسوانی مسائل کی عکاسی پر بحث ہو گی۔

لفظ عورت کے لغوی معنی و مفاہیم سے احتراز کرتے ہوئے اگر ہم اس لفظ کے پس منظر میں موجود رشتوں (ماں، بہن، بیٹی، بیوی، بہو غرض جتنے بھی رشتے ہیں) کا جائزہ لیں تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ان رشتوں میں سے ہر رشتہ اپنے اندر مخصوص انفرادیت اور معنویت کا حامل ہے، لیکن اسے عورت کی بد قسمتی کہا جائے یا حالات کی ستم ظریفی کہ معاشرے نے ہمیشہ عورت کے بے غرض جذبوں، اس کی بے لوث محبت اور خلوص کے عوض اسے ان گنت زخموں سے نوازا، عورت کہ جسے محبت کی معراج اور وفا کی دیوی کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا، اسے ہر عہد اور ہر معاشرے میں بہ چشم حقارت دیکھا گیا وفا کے بدلے بے شمار جفاؤں کو اس کا مقدر ٹھہرایا گیا (اس حوالے سے چند استثنائی صورتیں (معاشرے، تہذیبیں) بھی دیکھنے کو ملتی ہیں لیکن چونکہ ان کا بیان مقصود نہیں لہذا ان کی تفصیل سے شعوری طور پر احتراز برتا گیا ہے)۔ یہ صرف آج کے عہد کا مسئلہ نہیں بلکہ تقریباً ہر دور، ہر عہد، ہر تہذیب اور معاشرت میں عورت کے ساتھ ہونے والی بدسلوکی کو فرضِ عین جانا گیا اور اس فرض کو نبھانے کے لیے معاشرے کے مختلف طبقات پیش پیش رہے۔

اوراق تاریخ کا غائر مطالعہ اس بات کا غماز ہے کہ یونانی، چینی، رومن، ایرانی، عربی، ہندوستانی الغرض ہر انسانی تہذیب میں خواتین کو زندگی کی آسائشوں سے محروم رکھنے کی بھرپور کوشش کی گئی۔ ان کے حقوق کو غاصبانہ قوتوں نے سلب کئے رکھا اور محرومیوں کو خواتین کا مقدر ٹھہرایا گیا، اور صرف یہی نہیں بلکہ ان کے ساتھ جانوروں سے بدتر سلوک روا رکھا گیا اور مختلف میلوں اور بازاروں میں اسے بیچا گیا اس کی ناموس کو سرِ عام پامال کیا گیا، کہیں تو پیدا ہوتے ہی بچی کو صرف اس گناہ کی بنا پر کہ وہ بچی ہے زندہ دفن کر دیا جاتا اور کہیں اس جرم کی سزا کو موت کی بجائے عمر قید سے بدل دیا جاتا اور فی الفور موت کے گھاٹ اتارنے کی بجائے اس کے جذبات کو وقتاً فوقتاً کچلا جاتا اور یوں بچپن سے ایام جوانی اور پھر بڑھاپے تک اسے اس کے عورت ہونے کی سزا دی جاتی۔

صنف نازک سے امتیازی سلوک کے باب میں اگر ہندوستانی تہذیب کا جائزہ لیا جائے تو یہاں کے حالات بھی باقی دنیا سے کچھ زیادہ مختلف نہیں بلکہ کئی معاملات (ستی وغیرہ) میں باقی دنیا سے بھی زیادہ خطرناک ہیں۔ ادب سماج کا عکاس ہوتا ہے اور تخلیق کار اپنی

تخلیقات کے ذریعے سماج کی حقیقتوں کو اپنی تمام تر جذئیات کے ساتھ بیان کرنے کا فریضہ سرانجام دیتا ہے۔ حقوق نسواں کے حوالے سے بھی ادب نے اپنے فرائض کی انجام دہی میں کسی قسم کی کوتاہی کا ثبوت فراہم نہیں کیا بلکہ پوری ذمہ داری کے ساتھ اس سنجیدہ اور غور طلب مسئلہ کی طرف قارئین کی توجہ مبذول کرانے کی بھرپور کوشش کی اس ضمن میں ماضی میں شاعری کے پیکر میں الطاف حسین حالیؔ، علامہ محمد اقبالؔ، ساغر صدیقی اور منیر نیازی جیسے شعرانے اپنے زورِ قلم کو اس مسئلہ کے بیان کے لیے استعمال کیا۔

عہد جدید میں مذکورہ مسائل کی پیش کش کے حوالے سے ایک اہم اور منفرد آواز منظر بھوپالی کی ہے۔منظر بھوپالی نے اپنے کلام میں عورتوں کے مسائل ، ان پر ہونے والے ظلم و ستم اور اس نوعیت کے ہر چھوٹے بڑے مسئلہ کو اپنی شاعری میں پیش کیا اس باب میں ان کی انفرادیت، ان کے ہاں موجود موضوعات کا تنوع ہے۔منظر نے مختلف زاویوں سے سماج کا ظالم چہرہ جو کہ بالعموم نہاں رہتا ہے، کو عیاں کرنے کی کوشش کی ہے یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری نے عہد حاضر کے ہر ناقد سے داد حاصل کی ہے۔آئندہ سطور میں منظر کی شاعری میں موجود ان عناصر کو ترتیب وار پیش کیا جائے گا۔

منظر بھوپالی کے کلام میں بیٹی اور اس رشتے کی فکری اور معنوی گہرائی اور گیرائی کو اپنی تمام تر رعنائیوں سمیت بیان کیا گیا ہے۔ اس باب میں منظر نے کسی قسم کے ابہام یا ایہام سے کام نہیں لیا بلکہ سیدھے سادھے اور واضح انداز میں اپنے خیالات کو حوالہ قرطاس کیا، کہ بیٹی کس طرح سے ایک پورے خاندان کا بھرم قائم رکھنے کے لیے اپنے جذبات و خواہشات کی قربانی دینے سے ذرا بھی نہیں کتراتی، کس طرح باجود زخموں کے اس کے لب مسکراہٹ سجائے رکھتے ہیں نیز چور چور ہو کر بھی وہ خود کو بہ انداز احسن سمیٹے رہتی ہے، نامناسب رویوں کے باوجود اس کی زبان سے شکوہ شکایت قسم کی کوئی شے برآمد نہیں ہوتی اور یہ سب صرف اس لیے کہ اس کے خاندان کا بھرم قائم رہے، اس کی وجہ سے اس کے گھر کے کسی فرد کو کوئی طعنہ نہ سننا پڑے، اس کے والدین کی عزت پر حرف نہ آئے، گویا بیٹی صبر کا ایک جیتا جاگتا پیکر ہے جسے قدم قدم پر اپنے مجسم صبر ہونے کا ثبوت دینا پڑتا ہے۔ متذکرہ بالا حوالوں کو منظر نے اپنی نظم "بیٹیاں" میں بڑی صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے نظم کچھ یوں ہے؛

ان کو آنسو بھی جو مل جائیں تو مسکاتی ہیں
بیٹیاں تو بڑی معصوم ہیں جذباتی ہیں

اپنی خدمت سے اتر جاتی ہیں سب کے دل میں
ہر نئی نسل کو تہذیب یہ سکھلاتی ہیں

اپنے سسرال کا ہر زخم چھپا لیتی ہیں
سامنے ماں کے جب آتی ہیں تو مسکاتی ہیں

بیٹیاں سہتی ہیں جو سہہ نہیں سکتے وہ پہاڑ
یہ تو آداب تمہیں صبر کے سمجھاتی ہیں

اپنے بابا کے کلیجے سے لپٹ کر منظر
زندگی جینے کا احساس دلا جاتی ہیں(1)

مشرقی معاشرے میں عموماً اور برصغیر پاک وہند میں بالخصوص عورتوں / لڑکیوں کو بوجھ سمجھا جاتا ہے، شاید اس لیے کہ ہمارے معاشرے میں خواتین کو مختلف وجوہات کی بنا پر معاشی حوالے سے یکساں مواقع یا تو حاصل نہیں ہوتے یا حاصل کرنے نہیں دیئے جاتے جس کی بنا پر عورت / خواتین کو معاشی حوالے سے مردوں کا دست نگر سمجھ لیا جاتا ہے اور ہمارے ہاں (برصغیر پاک وہند میں) مرد یہ سمجھتا ہے کہ عورت کچھ نہیں کر رہی بلکہ جو بھی کچھ حرکت ہو رہی ہے وہ اسی کی ذات سے متصل ہے یوں عورت کو بوجھ تصور کر لیا جاتا ہے حالانکہ یہ ایک نہایت ہی گمراہ کن اور باطل تصور ہے کیونکہ عورت براہ راست نہ سہی لیکن بالواسطہ طور پر اس معاشی عمل کا جزلاینفک ہے جو بظاہر مرد سے متعلق معلوم ہوتا ہے اور وہ یوں کہ بظاہر تو ایک گھریلوں عورت معاشی عمل کا حصہ نہیں لیکن اگر وہ گھر کے کام کاج ترک کر دے؟ اور جو خدمات وہ سرانجام دے رہی ہے وہ نہ دے تو کیا مرد وہ معرکے سر کر سکتا ہے؟ لہٰذا اس سارے عمل میں مرد کو مرکز تصور کر کے عورت کو مکھن میں سے بال کی طرح نکال باہر کرنا بالکل بھی درست نہیں۔ عورت کی اہمیت تو یہاں تک ہے کہ حقیقی زندگی میں بعض مقامات پر عورت مرد کی ہمت بڑھانے کا سامان پیدا کرتی ہے۔ اس تناظر میں اگر دیکھا جائے تو عورت بوجھ نہیں بلکہ واقعتاً اور خالصتاً خالق حقیقی کا ایک انمول تحفہ اور صحیح معنوں میں رحمت خداوندی ہے نیز یہ جو رنگ وبو سے معمور جہاں ہے یہ عورت ہی کی بدولت ہے اس حوالے سے منظر بھوپالی کے کچھ اشعار یوں ہیں؛

بوجھ ہوتی نہیں بیٹیاں یہ تو رحمت ہیں اللہ کی
سب پہ احسان بیٹی کا ہے وہ پیمبر کہ انسان ہو(2)

چاند سی میرے لیے ایک اجالی دنیا
بیٹیوں نے مری کیا خوب سنبھالی دنیا(3)

مشرقی معاشرے کی دین جہیز بھی عصر حاضر میں نہ صرف لڑکی بلکہ اس کے پورے خاندان کے لیے ایک اہم مسئلہ بن چکا ہے۔ بالخصوص ہندوستان اور پاکستان میں، ہندوستان اور پاکستان میں اول تو اچھے رشتوں کا اکال پڑا ہے اور اگر خوش قسمتی سے کوئی اچھا رشتہ دستیاب ہو بھی جائے تو جہیز پر آکر بات دھری کی دھری رہ جاتی ہے، کیونکہ اچھے رشتے اچھے خاصے جہیز کے متقاضی ہوتے ہیں اور اچھا خاصا جہیز دینا ہر ایک خاندان کے بس کی بات نہیں ہوتی، جہیز تو جہیز آج کل تو جہیز کے ساتھ ساتھ نقد رقوم بھی طلب کی جاتی ہیں، یوں ایک بوڑھے باپ کی ساری زندگی کی کمائی ایک بیٹی کو بیاہنے میں صرف ہو جاتی ہے، یہ تو تصویر کا ایک رخ ہے اس تصویر کا دوسرا رخ اتنا بھیانک ہے کہ اس کا تصور ہی انسان کے رونگٹے کھڑے کر دینے کے لیے کافی ہے۔ بعض اچھے خاندانوں کا موقف تو یہ ہوتا ہے کہ جہیز نہ دیں بس لڑکے کو اس میدان میں بزنس سیٹ کر دیں، یا ہمارا لڑکا اس فن میں مہارت رکھتا ہے آپ اس کا بزنس جمانے میں مدد کر دیں۔ اب ایسے معاشرے میں، ان حالات میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو یہ سب کچھ جیسے تیسے برداشت کر گزرتے ہیں لیکن کچھ ایسے افراد بھی ہیں جنہیں بچی کی پیدائش نفسیاتی مریض بنا دیتی ہے، دن رات جہیز کے بارے سوچ سوچ کر ان کا دماغی توازن بگڑ جاتا ہے۔ اسی لعنت کی وجہ سے ہمارے معاشرے میں سیکڑوں بلکہ ہزاروں بچیاں ایسی ہیں جو بارات کی راہ تکتی رہتی ہیں لیکن بالوں میں چاندی اتر آتی ہے لیکن بارات نہیں آتی۔ یہ ایک اہم اور سنجیدہ پہلو ہے جو ہمارے معاشرے کو دیمک کی طرح چاٹ رہا ہے۔ اس ضمن میں منظر بھوپالی کی شاعری کا تجزیہ کیا جائے تو ان کے ہاں بہت سے ایسے اشعار ملتے ہیں جن میں اس لعنت کی مذمت کی گئی ہے مثلاً؛

خدایا میری یہ التجا ہے، قبول کر لے
کہ میری بیٹی بھی اب دلہن ہو یہی دعا ہے(4)

لوگ کیوں سولی جہیزوں کی تجھے دیتے ہیں
جب تجھے مانتے ہیں مریم وسیتا بیٹا(5)

بیٹیوں کو میاں عزتیں تب ہی ملتی ہیں سسرال میں
ساتھ دلہن کے زیور بھی ہو مہنگی قیمت کا سامان ہو(6)

یوں اس کے گناہوں کی سزا مل گئی اس کو
بیٹی کے لیے اب کوئی رشتہ نہیں ملتا(7)

کیسے دولت کے یہ لالچی سکھ بہو کو بھی بیٹی کا دیں
کیسے مرہم رکھیں، زخم پر جن کی فطرت نمکدان ہو(8)

مشرقی معاشرے میں ہماری گھریلو زندگی کا ایک اختصاص یہ بھی ہے کہ یہاں عورت ہی عورت کی زندگی اجیرن بنانے پر تلی رہتی ہے اگر میاں بیوی ہنسی خوشی شب وروز گزار رہے ہیں تو اس سے بھی عموماً نند یا ساس تکلیف و تعصب کا شکار ہو جاتی ہے اور پھر ان دونوں یا دونوں میں سے کسی ایک رشتے کی جانب سے تسلسل کے ساتھ شکایتوں اور بدگمانیوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ عام طور پر طلاق کی صورت نکلتا ہے اس میں سارا قصور نند یا ساس کا نہیں مرد بھی اس سارے معاملے میں برابر کا شریک ہے وہ اپنی بیوی کی ساری محبتوں، خدمتوں، چاہتوں اور محنتوں کو بھلا کر بڑے دھڑلے سے طلاق کا طمانچہ اس کے منہ پر دے مارتا ہے۔ منظر نے اس المیے کو بڑے جاندار انداز میں اپنی شاعری میں جگہ دی ہے، لکھتے ہیں؛

کتنے بے رحم ہیں جو شوق سے دیتے ہیں طلاق
بیٹیاں فرض نبھانے میں مری جاتی ہیں(9)

نہ کوئی بچھڑے نہ کوئی اجڑے یہ آرزو ہے
ہمیشہ سجنی کے سنگ سجن ہو یہی دعا ہے(10)

ہندوستانی مٹی سے جنمے ہندوستانی تہذیب کے شاعر منظر بھوپالی ہندو سماج سے بھی شکوہ کناں ہیں کہ کس طرح ہندو مت کے ماننے والوں کے ہاں بیٹی کو وہ عزت وافتخار حاصل نہیں جو ہونا چاہیے تھا ان کے خیال میں ہندو مت کی تمام تر محبتیں صرف دیویوں تک ہی

محدود ہیں۔ سماج میں عورت کو وہ مرتبہ و مقام حاصل نہیں جو کہ ایک عورت کو حاصل ہونا چاہیے تھا۔ اس احساس کو منظر نے دو مصرعوں میں بڑی خوبصورتی سے پیش کیا ہے؛

کس طرح کی ہے یہ بندگی، بولو کیسی عبادت ہے
دیویوں کے پجاری ہو تم بیٹیوں سے محبت نہیں(11)

مندرجہ بالا مسائل کے باوجود منظر بھوپالی کے ہاں رجائیت کا عنصر بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ ان کے اشعار میں بیٹی کے حصول کے لیے دعائیہ اشعار بھی دیکھنے کو ملتے ہیں اس ضمن میں منظر کے اشعار کچھ یوں ہیں؛

بیٹیوں کے لیے زندگی پیار کا اک گلستان ہو
ساتھ بیٹوں کے ماں باپ کو بیٹیوں کا بھی ارمان ہو(12)

بیٹیوں کے بھی لیے ہاتھ اٹھاؤ منظر
صرف اللہ سے بیٹا نہیں مانگا کرتے(13)

منظر بھوپالی کی شاعری کا ایک اہم وصف یہ ہے کہ انہوں نے جتنے مسائل بھی اپنے کلام کے پردے میں پیش کئے ہیں وہ ان مسائل کی پیش کش تک خود کو محدود نہیں رکھتے بلکہ ساتھ ساتھ انہوں نے ان مسائل کا ممکنہ حل بھی تجویز کیا ہے۔ ان کے مطابق عورت جن مسائل کا شکار تھی یا ہے، اس کا حل اسلام نے دنیا کو دیا ہے چاہے وہ سماجی برابری کی بات ہو، وراثت میں حصے کا مسئلہ ہو غرض عورت کے وجود سے جڑے جتنے بھی مسائل ہیں، اسلام اور اسلامی تعلیمات نے ان کا حل پیش کیا ہے۔ ان کے ہاں اسلام صرف ایک مذہب نہیں بلکہ ایک مکمل نظام حیات اور زندگی گزارنے کا مکمل ضابطہ ہے، جس پر عمل پیرا ہو کر ہم معاشرے میں جنم لینے والے تقریباً تمام مسائل کو خوش اسلوبی سے حل کر سکتے ہیں، نیز یہ صرف خالی خولی باتیں نہیں بلکہ ماضی میں اسلام نے ایک ایسا سماج دنیا کو قائم کر کے دکھایا جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ نورحق کے ظہور سے قبل جہالت کے اندھیروں میں عورت جن مسائل کا شکار تھی انہیں اسلام نے دور کر دیا اور خواتین کو ان کے اصلی شرف، مقام و مرتبے سے نہ صرف آگاہی بخشی بلکہ معاشرے میں انہیں وہ مقام دلوایا کہ جس کی وہ حق دار

ہیں۔ ان تمام تاریخی حقائق کو منظر نے اپنے کلام میں برتنے کی سعی کی ہے جسے کسی بھی طور سعی لاحاصل نہیں کہا جا سکتا اس ضمن میں منظر کے چند اشعار بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہیں؛

فاطمہ زہرہؓ کی تعظیم کو اٹھتے تھے رسولؐ
محترم بیٹیاں اس واسطے کہلاتی ہیں (14)

یہ تو قرآں کا اعلان ہے اور قول نبیؐ ہے یہی
ماں کی خدمت سے جو دور ہیں، ان کی قسمت میں جنت نہیں (15)

حقوق نسواں دیئے ہیں ہم نے
یہ زخم گل بھی سیے ہیں ہم نے
جو اہل دانش نہ کر سکے حل
وہ مسئلے حل کیے ہیں ہم نے
جہاں میں ایسا کوئی نہیں ہے
ہمارے جیسا کوئی نہیں ہے (16)

منظر بھوپالی کے کلام میں عورت کو جس انداز سے پیش کیا گیا وہ ماقبل کے شعرا سے ایک گونہ مماثلت کے باوجود انفرادیت رکھتا ہے۔ منظر بھوپالی کے ہاں صرف عہد جدید میں در پیش مسائل کو ہی پیش نہیں کیا گیاہ بلکہ ساتھ ہی ساتھ انہوں نے اس کے ممکنہ حل کی جانب بھی پیش قدمی کی ہے۔ ان کے خیال میں ہمارے تمام مسائل اور بالخصوص عورت کے حوالے ہمارا معاشرہ جن مسائل یا رذائل کا شکار ہے ان کے خاتمے کا واحد حل شریعت اسلامی کا نفاذ ہے۔

حوالہ جات

1. منظر بھوپالی، معجزہ اور حاصل، رنگِ ادب پبلی کیشنز، کراچی، جنوری ۲۰۱۶ء، ص ۱۷ تا ۱۸
2. ایضاً، ص ۹۸
3. ایضاً، ص ۱۰۸
4. ایضاً، ص ۱۱۱
5. ایضاً، ص ۱۱۷

6. ایضاً، ص ۹۸
7. ایضاً، ص ۱۴۶
8. ایضاً، ص ۹۹
9. ایضاً، ص ۱۸
10. ایضاً، ص ۱۱۱
11. ایضاً، ص ۹۴
12. ایضاً، ص ۹۸
13. ایضاً، ص ۲۰
14. ایضاً، ص ۱۸
15. ایضاً، ص ۹۵
16. ایضاً، ص ۱۴۲

References

1- ManzarBhopali،Moajazaaurhaasil، Rang e Adab Publications،Karachi, January 2016،pg 17 to 18
2- Ibid,pg 98
3- Ibid,pg 108
4- Ibid,pg 111
5- Ibid,pg 117
6- Ibid,pg 98
7- Ibid,pg 146
8- Ibid,pg 99
9- Ibid,pg 18
10- Ibid,pg 111
11- Ibid,pg 94
12- Ibid,pg 98

13- Ibid,pg 20

14- Ibid,pg 18

15- Ibid,pg 95

16- Ibid,pg 142